بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۃ دروسِ رمضان (10)

نیک اعمال کا اظہار؛ کب اور کہاں جائز ہے؟

یہ ضروری نہیں کہ جب بھی بندہ اپنے نیک اعمال کا اظہار کرے تو اس کا مقصد ریاکاری ہی ہوتا ہے، بلکہ کبھی اس سے مقصود کسی اور خیر کا حصول بھی ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کا عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، اس میں دکھلاوے کی کوئی آمیزش نہ ہو اور نہ یہ مقصد ہو کہ لوگوں میں اس کا رُتبہ بنے، وہ اس کی تعریف کریں، اس کی تعظیم کریں، یا اس جیسی کوئی اور غرض؛ بلکہ مقصد صرف اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہو۔

یہ بہت حساس مسئلہ ہے، کیونکہ بہت سے لوگ نیک عمل چھپا کر کرنے ہی کو اخلاص سمجھتے ہیں اور بعض اوقات اس خوف میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ کہیں عمل ظاہر ہو گیا تو ریا میں شمار نہ ہو جائے۔ حالانکہ شریعتِ اسلامیہ نے نیک اعمال کے باب میں ایک متوازن اور حکیمانہ رہنمائی دی ہے۔

اصل معیار نیکی کو چھپانا یا ظاہر کرنا نہیں، بلکہ نیت کا اخلاص ہے۔ بعض نیک اعمال ایسے ہوتے ہیں جن کا پوشیدہ رہنا دل کی اصلاح اور نفس کی حفاظت کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے، جبکہ بعض مواقع پر نیکی کا اظہار دوسروں کے لیے ترغیب، تعلیم اور خیر کے پھیلاؤ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ایسے اعمال کا ظاہر ہونا نہ صرف جائز ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات دینی فائدے کے حصول کے لیے ضروری بھی ہو جاتا ہے۔

لہٰذا یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ ہر نیک عمل کا اظہار ریاکاری نہیں کہلاتا اور نہ ہی ہر چھپا کر کیا ہوا عمل لازماً زیادہ افضل ہوتا ہے۔ موقع، مقصد اور دل کی کیفیت ہی یہ طے کرتی ہے کہ کہاں نیکی کو چھپانا بہتر ہے اور کہاں اس کا ظاہر کرنا باعثِ اجر اور خیر کا سبب بن جاتا ہے۔ اسی نکتے کی وضاحت اس درس کا بنیادی موضوع ہے، تاکہ ہم اخلاص اور حکمت کے ساتھ اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھال سکیں۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ریا کی باریک اور پوشیدہ آمیزشیں بہت سی ہیں، ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ جب انسان اپنے اندر یہ فرق محسوس کرے کہ اس کی عبادت پر لوگوں کا مطلع ہونا یا نہ ہونا اس کے دل پر اثر ڈالتا ہے، تو اس میں ریا کا ایک حصہ ضرور پایا جاتا ہے۔ تاہم ہر قسم کی آمیزش اجر کو باطل کرنے والی اور عمل کو فاسد کرنے والی نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تفصیل ہے:

اگر یہ کہا جائے کہ شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جسے اپنے اچھے عمل کی لوگوں کو خبر ہونے پر خوشی نہ ہوتی ہو؛ تو کیا یہ ساری خوشی مذموم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ خوشی دو طرح کی ہوتی ہے: ایک محمود اور ایک مذموم۔

محمود خوشی یہ ہے کہ بندے کا اصل مقصد تو اطاعت کو چھپانا اور اللہ کے لیے اخلاص اختیار کرنا ہو، لیکن جب مخلوق کو اس کے نیک عمل کا پتہ چل جائے تو وہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے انہیں مطلع کیا ہے اور اللہ ہی نے اس کے حال کی خوبصورتی ظاہر فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ اس بات پر خوش ہو کہ اللہ نے اس کے ساتھ حسنِ سلوک فرمایا، اس پر نظرِ کرم کی اور اس کے ساتھ لطف کا معاملہ کیا، اس طرح کہ وہ خود تو اپنی اطاعت اور معصیت دونوں کو چھپاتا تھا، مگر اللہ نے اس کی اطاعت ظاہر کر دی اور اس کی معصیت کو چھپا دیا۔ اور انسان کی بدی کو چھپانے اور اس کی خوبی ظاہر کرنے سے بڑھ کر اللہ کا کرم کیا ہو سکتا ہے!

چنانچہ اس کی خوشی لوگوں کی تعریف، ان کے دلوں میں مقام بنانے یا ان کی نگاہ میں بڑا بننے پر نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر ہوتی ہے جو اس نے اس کے ساتھ فرمایا۔ یا پھر وہ اس بات سے دل کو تسلی دیتا ہے کہ جس طرح اللہ نے دنیا میں اس کی خوبی ظاہر کی اور اس کی کمزوری کو چھپا لیا، اسی طرح وہ آخرت میں بھی اس پر پردہ ڈالے گا اور فضل کا معاملہ فرمائے گا۔

لہٰذا اگر کسی کی خوشی اس بات پر ہو کہ لوگ اس کے عمل سے واقف ہو جائیں، تا کہ ان کے دلوں میں اس کا رُتبہ بڑھے، وہ اس کی تعریف کریں، اس کی تعظیم کریں اور اس کی ضرورتیں پوری کریں، تو یہ خوشی مذموم ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ پھر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ اس حدیث کا کیا مفہوم ہے، جس میں ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آدمی کوئی نیک عمل کرتا ہے تو اس پر خوش ہوتا ہے، پھر جب لوگ اس سے واقف ہو جاتے ہیں تو اسے اچھا لگتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَهُ أَجْرَانِ: أَجْرُ السِّرِّ، وَأَجْرُ الْعَلَانِيَةِ)).

”اس کے لیے دوہرا اجر ہے: ایک پوشیدہ عمل کا اور ایک ظاہر عمل کا۔“

سنن الترمذی: 2384

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور بعض اہلِ علم نے اس کی یہ وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو لوگوں کی طرف سے خیر پر کی جانے والی تعریف اچھی لگے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((أَنْتُمْ شُهَدَاءُ اللهِ فِي الْأَرْضِ)).

”تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔“

صحیح البخاری: 1367، صحیح مسلم: 949

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول! اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو کوئی نیک عمل کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ)).

''یہ مومن کے لیے دنیا ہی میں مل جانے والی خوشخبری ہے۔''

صحیح مسلم: 2642

لیکن اگر اسے یہ بات اس لیے اچھی لگے کہ لوگ اس کی نیکی سے متعارف ہو کر ''واہ، واہ'' کریں اور اسی بنیاد پر اس کی عزت کریں، تو یہ واضح طور پر ریاکاری ہے۔

مختصر منہاج القاصدین، ص: 220

البتہ اہلِ علم نے ایسی صورت میں نیک اعمال کا اظہار مستحب قرار دیا ہے کہ جب اس سے مقصود لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دینا ہو، کہ اسے دیکھ کر وہ بھی اس عمل کو اپنانے لگیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَعُمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، كُتِبَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا، وَلَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ)).

''جو شخص اسلام میں کسی اچھے کام کی بنیاد رکھے، پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے، تو اسے بھی ان سب لوگوں کے برابر اجر دیا جائے گا جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔''

صحیح مسلم: 1017

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جن عبادات کا ظاہر کرنا لازم نہیں، نہ ہی ان کا اظہار سنت سے معلوم ہے اور نہ ان میں کوئی دینی مصلحت اور فائدہ ہے، ان میں اصل یہ ہے کہ انہیں چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں ریا کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، لہٰذا ایسا عمل چھپا کر کرنے سے وہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک خاص معاملہ بن جاتا ہے۔

لیکن اگر کسی ایسے شخص کو سکھانے کی نیت ہو جو جانتا ہی نہ ہو، یا دوسروں کو اس عمل کی ترغیب دینا مقصود ہو، یا اقتدا کا مقصد ہو اور اقتدا میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو جانتے تو ہیں مگر عمل نہیں کرتے، تو اس صورت میں عمل کا ظاہر کرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

کیونکہ اس وقت یہ ایک ایسا عمل بن جاتا ہے جس کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے، اس میں اہل غفلت کو بیدار کرنے، بے خبر لوگوں کی رہنمائی کرنے اور نیکی کی رغبت دلانے جیسے عظیم مقاصد شامل ہوتے ہیں۔

اس لیے نیک اعمال کے اظہار کا دروازہ بالکل بند نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ انسانی فطرت ہی مشابہت اور پیروی پر قائم ہے۔

الزواجر عن اقتراف الکبائر: 118/1

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نیک عمل کو چھپانے میں اخلاص کا فائدہ ہے اور ریا سے حفاظت ہے، جبکہ نیک عمل کو ظاہر کرنے میں لوگوں کو ترغیب دینے کی راہ ہموار ہوتی ہے اور انہیں بھی خیر کے اس کام کا عامل بننے کا شوق دلایا جاتا ہے، اگرچہ اس میں ریاکاری کا خطرہ بھی موجود رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دونوں صورتوں کی تعریف کی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ [البقرة: 271]

''اگر تم صدقات ظاہر کرو تو یہ بھی اچھا ہے اور اگر انہیں چھپا کر محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔''

البتہ اللہ تعالیٰ نے چھپا کر دینے کو اس لیے زیادہ پسند فرمایا کہ یہ اس بڑی آفت، یعنی ریاکاری سے زیادہ محفوظ ہے، جس سے بہت کم لوگ بچ پاتے ہیں۔

ہاں! بعض ایسے اعمال بھی ہیں جن میں چھپانا ممکن نہیں، جیسے جہاد، حج، جمعہ اور باجماعت نماز۔ ان میں عمل کا ظاہر ہونا، اس کی طرف سبقت کرنا اور اس کی رغبت ظاہر کرنا لوگوں کو ابھارنے کے لیے قابلِ تعریف ہے، بشرطیکہ اس میں ریا کی کوئی آمیزش نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی عمل ریا کی آمیزش سے پاک ہو، اس کے ظاہر کرنے میں کسی کو اذیت بھی نہ پہنچتی ہو اور اس کے ظاہر کرنے سے لوگ اس نیکی میں اقتدا کریں، اس پر عمل کی طرف متوجہ ہوں، خاص طور پر اس وجہ سے کہ عمل کرنے والا اہلِ علم یا اہلِ صلاح میں سے ہو جن کی پیروی کرنے میں لوگ جلدی کرتے ہیں، تو ایسی صورت میں عمل کو ظاہر کرنا افضل ہے، کیونکہ یہ انبیاء اور ان کے وارثوں کا مقام ہے اور انہیں ہمیشہ اعلیٰ ترین درجے ہی عطا کیے جاتے ہیں، نیز اس کا فائدہ دوسروں تک پہنچتا ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی اچھی سنت کی بنیاد رکھے، اس کے لیے اس کا اجر بھی ہے اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی۔

اور اگر ان میں سے کوئی شرط پوری نہ ہو، تو عمل کو چھپانا ہی زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم

إعداد: حافظ فیض اللہ ناصر إشراف: حافظ شفیق الرحمن زاہد حفظہ اللہ

الحکمة انٹرنیشنل